پلاسٹک سرجری

تلخیص

مولانا اشرف عباس قاسمی
استاذ دارالعلوم دیوبند

ایفا پبلیکیشنز، نئی دھلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	پلاسٹک سرجری
ملخص	:	مولانا اشرف عباس قاسمی
صفحات	:	۴۰
سن طباعت	:	۲۰۱۴ء
قیمت	:	۳۰

ناشر

ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون: 011- 26981327

ای میل: ifapublication@gmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

تمہید:	۷
پلاسٹک سرجری کیا ہے؟	۸
شرعی اصول واحکام	۹
(الف) مستحسن تبدیلی	۱۲
(ب) جائز تغیرات	۱۳
(ج) ممنوع تغیرات	۱۴
پلاسٹک سرجری کے متعلق اکیڈمی کا فیصلہ	۲۴
ضروری وضاحت	۳۹
تجاویز	۴۰

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، محمد وآلہ وصحبہ أجمعین۔ اما بعد!

تمہید:

خالق کائنات نے انسان کو بہترین قالب میں پیدا فرمایا ہے: **"لقد خلقنا الانسان فی أحسن تقویم"** (سورۃ تین: ۴)۔ (ہم نے بنایا آدمی کو خوب انداز پر)۔

اور اس نے اسی عجوبۂ قدرت کو کائنات کی رنگینی اور شادابی کا گل سرسبد قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **"خلق السموات والأرض بالحق وصورکم فأحسن صورکم"** (سورۃ تغابن: ۳)۔

اس کے ساتھ ہی فیاض ازل نے اس میں سجنے اور سنورنے کا جذبہ بھی ودیعت کر کے اس کو زیب وزینت اختیار کرنے کی تلقین کی ہے: **"یا بنی أدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا"** (الأعراف: ۳۱)۔

پھر جیسے انسان نے زندگی کے دوسرے وسائل پر محنت کی اور اپنی ایجادی واختراعی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے، اسی طرح اس کی حوصلہ مند طبیعت نے تحسین وتزئین کے بھی نت نئے طریقے ایجاد کر لیے۔ انہی طریقوں میں ایک "پلاسٹک سرجری" یا ازسرنو اصلاحی سرجری ہے۔

شریعت اسلامی کا امتیاز تمام احکام میں اعتدال ہے، زیب وزینت کے معاملے میں بھی اسلام ایک حد تک انسان کو اپنی خواہشات اور طبعی جذبات کی تکمیل کی اجازت دیتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی وہ غلو اور افراط کو پسند نہیں کرتا کہ اخلاقی حدیں پامال ہوجائیں اور انسان اسراف میں مبتلا ہوجائے۔ پلاسٹک سرجری کے باب میں بھی اسی راہ اعتدال کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔

پلاسٹک سرجری کیا ہے؟

لفظ پلاسٹک سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید اس سے مراد اصلی یعنی کیمیاوی پلاسٹک ہے، اس سرجری میں پلاسٹک سے بنی کسی چیز کا استعمال ہوتا ہے، جب کہ اس لفظ کا ماخذ ایک یونانی لفظ (Plostiko) ہے، جس کے معنی اصلاح و مرمت کے ہوتے ہیں، اور سرجری اس طریقہ علاج کو کہتے ہیں جس میں معالج اپنے ہاتھوں اور اوزار کی مدد سے علاج کرتا ہے :(اردو انسائیکلو پیڈیا زیرادارت فضل الرحمن ۲/ ۴۲۲)۔ لہٰذا پلاسٹک سرجری کا مطلب ہے وہ سرجری جو جسم کے ضائع، مجروح، ناقص یا بدنما اور بدشکل حصوں کی اصلاح کے لیے کی جاتی ہے۔ وہ جسمانی نقص خواہ پیدائشی ہو یا کسی حادثہ کا نتیجہ، پلاسٹک سرجری کا دائرۂ کار انسان کا سارا جسم ہے، اس طرح کہ کسی بھی عضو کے بیرونی نقص یا عیب کی اصلاح میں اس سے مدد لی جاسکتی ہے۔ یہ سرجری بھی زمانۂ قدیم سے موجود ہے، حتی کہ فراعنۂ مصر کے زمانے سے ہی اس کا ثبوت ملتا ہے، عربوں میں بھی کسی نہ کسی شکل میں اس کا وجود رہا ہے۔ لیکن دوسرے علوم وفنون ہی کی طرح باقاعدہ ایک فن اور مستقل علم کی حیثیت سے یہ ہنر پہلی جنگ عظیم کی شروعات سے سامنے آیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنی ایک الگ پہچان بنالی۔

ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو غرور وتکبر کے برے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا : ''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو، یہ سن کر ایک شخص نے دریافت کیا: آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا ہو(کیا اس کا شمار بھی تکبر میں ہوگا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

”ان الله جميل يحب الجمال، الكبر بطر الحق وغمط الناس“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ: ۱۹)۔

(اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (ظاہری زیب وزینت اختیار کرنا تکبر نہیں ہے) تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرایا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے)۔

شرعی اصول واحکام:

تزئین وآرائش کے سلسلہ میں کتاب اللہ، سنت رسول اور کتاب وسنت سے ماخوذ فقہی قواعد اور فقہاء کے اجتہادات کی روشنی میں درج ذیل شرعی اصول وقواعد کی طرف رہنمائی ملتی ہے:

۱۔ شریعت میں علاج نہ صرف جائز ہے، بلکہ ضرورت کے اعتبار سے کبھی مستحب اور کبھی واجب ہوجاتا ہے، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: **”تداووا فان الله عزوجل لم يضع داءاً إلا وضع له دواءاً غير داء واحد: الهرم“** (سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب الرجل یتداوی، حدیث نمبر ۳۸۵۵)۔ (علاج کراؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لیے دوا پیدا کی ہے۔ سوائے ایک بیماری بڑھاپے کے)۔

آپ نے مختلف طریقۂ علاج کی بھی نشاندہی فرمائی ہے، جیسے داغنا، پچھنا لگانا وغیرہ۔ علاج جسم کے اندرونی حصہ کا بھی ہوتا ہے اور جسم کے ظاہری حصہ کا بھی، علاج کا مقصد تکلیف کو دور کرنا ہے۔ تکلیف جسمانی بھی ہوتی ہے، جیسے بخار، درد، جلن وغیرہ اور تکلیف نفسیاتی بھی ہوتی ہے۔ یعنی شرمندگی اور احساس کمتری وغیرہ احادیث کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس نفسیاتی تکلیف کو بھی معتبر مانا گیا ہے، چنانچہ حدیث میں بنی اسرائیل کے واقعہ کا ذکر موجود ہے، جس میں ایک اندھے، ایک گنجے اور ایک برص کے شکار شخص کا فرشتے کی طرف سے امتحان اور پھر اس کی شفایابی کا ذکر ہے۔ ان میں سے گنجے اور مبروص کو کوئی جسمانی تکلیف نہیں ہوتی، وہ صرف نفسیاتی تکلیف اور احساس کمتری میں مبتلا ہوتا ہے، اسی طرح نابینا بھی گو بعض مشکلات سے

دو چار ہوتا ہے، لیکن کسی ایسی جسمانی تکلیف سے دوچار نہیں ہوتا جو اسے بے چین رکھے اور تڑپائے، اس کی تکلیف بھی زیادہ تر نفسیاتی جہت سے ہی ہوتی ہے، غزوۂ احد میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو تیر آ کر لگا جس سے ان کی آنکھ باہر آ گئی۔ اسے انھوں نے اپنے ہاتھ میں لیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری ایک بیوی ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں، وہ مجھے اس حال میں دیکھے گی تو مجھے کانا کہے گی اور ناپسند کرنے لگے گی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر چاہو تو صبر کرو، اس کے بدلے تجھے جنت ملے گی اور چاہو تو میں تمہارے حق میں اللہ سے دعا کردوں کہ وہ ٹھیک ہوجائے، انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جنت بہترین بدلہ اور گراں قدر عطیہ الٰہی ہے، لیکن میں اس عورت کی محبت میں گرفتار ہوں، ایسا کیجیے میرے لیے جنت کی بھی دعا کر دیجیے اور آنکھ ٹھیک ہوجانے کی بھی، حضرت قتادہ کہتے ہیں : ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دونوں چیزوں کی دعا کی اور میری آنکھ ٹھیک ہوگئی (السیرۃ الحلبیۃ: ۲/ ۲۵۲، طبقات ابن سعد ۱/ ۱۲۵)۔

اس روایت سے صاف واضح ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی اذیت کے ساتھ نفسیاتی اذیت کا بھی لحاظ فرمایا ہے، امام رازی (محمد بن عمر) کے مطابق نفسیاتی تکلیف بھی ان اضرار میں سے ہے جن کا ازالہ قواعد فقہیہ کی رو سے ضروری ہے، امام رازی ضرر کی ماہیت پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: **الضرر ألم القلب، لأن الضرب يسمى ضررا، وتفويت منفعة الإنسان يسمى أضرارا والشتم والاستخفاف يسمى ضرراً** (المحصول فی علم الأصول ۷/ ۱۴۳)۔ (ضرر قلبی اذیت کا نام ہے، اس لیے کہ مار کو ضرر کہا جاتا ہے، انسانی منفعت کے زائل کردینے کو ضرر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور گالی اور اہانت کو ضرر کا نام دیا جاتا ہے)۔

۲— انسان کو صورت وشکل، نطق وفہم، نیز عقل سلیم اور غور وفکر کی جو عظیم الشان نعمت اور دولت ملی ہوتی ہے، اس پر اس کو اللہ کا شکر بجالانا چاہیے اور اس کی قدر کرنی چاہیے، اگر وہ اس خاص

شکل وصورت اور فطرت میں بلاوجہ تبدیل کرتا ہے تو دراصل کفران نعمت کا مرتکب ہورہا ہے، اور شیطانی اغوا کا شکار ہورہا ہے، اس لیے اس طرح کے کاموں کو شیطانی افعال قرار دیتے ہوئے ان کی مذمت کی گئی اور ان سے بچنے کی تلقین کی گئی، چنانچہ شیطان کی بات نقل کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"ولأضلنهم ولأمنينهم ولآمرنهم فليبتكن آذان الانعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله ومن يتخذ الشيطن وليامن دون الله فقد خسر خسرانامبينا" (سورۃ النساء:١١٩)۔

(میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا، انہیں خواہشات میں مبتلا کروں گا اور انہیں حکم دوں گا کہ وہ جانوروں کے کان چیر دیں اور انہیں حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی خلقت میں تبدیلی پیدا کریں)۔

اس آیت میں اللہ کی خلقت سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس، ابراہیم نخعی، امام مجاہد بن جبیر، حسن بصری، قتادہ وغیرہ نے یہاں "خلق نی نی سے اللہ کا دین مراد لیا ہے (البحر المحیط لابی حیان الأندلسی ٣/ ٣٥٣)، ابوجعفر طبری نے اسی کو ترجیح دیا ہے (تفسیر طبری ٢/ ٥٢٠-٥٢١)۔

حافظ ابن کثیر کی بھی یہی رائے ہے (تفسیر ابن کثیر ١/ ٦٧٨)۔اس رائے کے مطابق تغییر خلق کا مطلب اللہ کے دین میں تبدیلی کرنا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اللہ نے دین میں جو کچھ وضع کیا اس کے حرام کو حلال قرار دیکر اور حلال کو حرام قرار دیکر جو تبدیلی ہوگی وہ اغوائے شیطانی کا نتیجہ ہوگی۔

تغییر کے سلسلہ میں دوسری تفسیر "جسمانی تبدیلی نی نی سے کی گئی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جس وضع پر انسان یا حیوان کو پیدا فرمایا ہے، اس میں تبدیلی لائی جائے، چنانچہ حسن بصری نے اپنے بال کے ساتھ دوسروں کے بال جوڑنے اور گودانے وغیرہ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے، امام فخر الدین رازی نے حضرت انس، شہر بن حوشب، عکرمہ اور ابوصالح سے جانور کو خصی

کرنے، کان کاٹنے اور آنکھیں پھوڑنے سے اس کی تفسیر نقل کی ہے۔

''ان معنی تغییر خلق الله ههنا هو الاخصاء وقطع الأذان وفق العيون ولهذا كان أنس يكره إخصاء الغنم'' (مفاتیح الغیب ۵/ ۴۵۳)۔

(تغییر خلق اللہ کا مطلب یہاں خصی کرانا، کان کاٹنا اور آنکھ پھوڑنا ہے، اسی لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ بکرے کے خصی کرانے کو مکروہ خیال کرتے تھے)۔

جسمانی تبدیلیوں کے اس آیت میں شامل ہونے کی واضح دلیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

''لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات، والمتفلجات للحسن، والمغيرات خلق الله تعالىٰ'' (بخاری، کتاب اللباس حدیث نمبر: ۱۳۱)۔

(اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والی، گودانے والی پر، بال اکھاڑنے والی، اکھڑوانے والی پر، خوبصورتی کے لیے دانتوں میں کشادگی پیدا کرنے والی پر اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیوں پر)۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی تبدیلی کی تین صورتیں ذکر فرمائی ہیں: بالوں کا جوڑنا، بدن کا لودنا اور دانتوں کو کشادہ کرنا اور اس کے بعد ایسا کرنے والی عورتوں کو اللہ کی خلقت میں تغیر کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس لعنت میں جسمانی تغیر بھی شامل ہے)۔

۳– اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیدائشی وضع ہو، اس میں تبدیلی کا دائرہ بہت وسیع ہے، تو آیت کی دوسری تفسیر کو سامنے رکھ کر یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ شریعت مطہرہ نے ہر تبدیلی کو ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ اس سے بڑی دقت اور مشقت پیدا ہوجائے گی۔ بلکہ شریعت اسلامیہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر طرح کے تغیر کا یہ حکم نہیں ہے۔ بلکہ یہ تغیرات بنیادی طور پر تین طرح کے ہیں:

(۱) مستحسن (۲) جائز (۳) ناجائز

(الف) مستحسن تبدیلی:

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بچہ غیر مختون پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ختنہ کو واجب یا سنت قرار دیا گیا ہے، اسی طرح ان چیزوں کو بھی دیکھئے جن کا ذکر درج ذیل حدیث پاک میں ہے۔

عن عائشة قالت :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :عشر من الفطرة :قص الشارب، وإعفاء اللحیة والسواک، واستنشاق الماء، وقص الاظفار وغسل البراجم، ونتف الإبط، وحلق العانة وانتقاص الماء (مسلم کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ)۔

(حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس چیزیں فطرت میں سے ہیں، مونچھ تراشنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کاٹنا، انگلی کے جوڑوں کو دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال صاف کرنا، پانی سے استنجا کرنا)۔

ظاہر بات ہے کہ مونچھوں کا ترشوانا، ناخن کا کاٹنا، موئے زیر ناف اور بغل کی صفائی کرنا تغیر ہی سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں لیکن ان کو مستحسن قرار دیکر انہیں انبیاء کرام کی سنتوں میں شمار کیا گیا۔

(ب) جائز تغیرات:

ایسی تبدیلی جس سے کسی جائز منفعت کا حصول مقصود ہو، تغییر حرام کے دائرے میں نہیں آتی اور شریعت میں اس کی کئی نظیریں موجود ہیں، چنانچہ ہدی کے جانور کے اشعار کی اجازت دی گئی ہے (بخاری، کتاب الحج، حدیث نمبر ۱۶۹۹)، اشعار کا مطلب ہوتا ہے کہ جانور کے چہرہ کو چھوڑ کر بدن کے کسی حصہ میں داغ کر کوئی علامت لگانا جس سے اس کی پہچان ہو سکے، ہشام بن زید کہتے ہیں :"**دخلنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مربداً وھو یسم غنما قال : أحسبه قال :فی أذانها**" (مسلم، باب جواز وسم الحیوان غیر الادمی فی غیر الوجہ، حدیث نمبر: ۵۶۷۸)۔

(ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک باڑے میں آئے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کو داغ کر غالباً ان کے کانوں میں نشان لگا رہے تھے)۔

حالانکہ یہ بھی جسمانی تغییر کے دائرہ میں آتا ہے، اسی طرح جمہور کے نزدیک جانور کو خصی کرنا جائز ہے، کیونکہ حلال جانوروں کا ایک مقصد گوشت کھانا بھی ہے اور خصی کرنے کی وجہ سے جانور فربہ ہوتا ہے اور اس کے گوشت کی لذت بڑھ جاتی ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت انسؓ کے نقطۂ نظر کو فقہاء نے قبول نہیں کیا ہے کہ جانور کا خصی کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ خلق اللہ سے بہ ظاہر وہ وضع اور ہیئت مراد ہے، جو عامۃً انسان کے اندر پائی جاتی ہے، مثلاً انسان کے ایک ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہوتی ہیں، اگر کسی کو پانچ کے بجائے چھ انگلیاں ہوں اور وہ چھٹی انگلی کو آپریشن کے ذریعہ علاحدہ کردے تو اس کا شمار تغییر خلق میں نہیں ہوگا، کیونکہ عام وضع ایک ہاتھ میں پانچ ہی انگلی کی ہے، چنانچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری فرماتے ہیں:

"**فإن الظاهر أن المراد بتغيير خلق الله سبحانه وتعالىٰ أن ما خلق الله سبحانه وتعالىٰ حيوانا على صورته المعتادة لايغير فيه، لا أن ما خلق على خلاف العادة مثلا كاللحية للنساء أو العضو الزائد فليس تغييره تغيير الخلق الله**" (بذل المجہود ۵/ ۷۲–۷۳ کتاب الترجل)۔

(بہ ظاہر جانور کی تخلیق میں تغیر سے مراد یہ ہے کہ اس کی معتاد صورت میں تبدیلی کی جائے، اگر کوئی خلاف عادت صورت پر پیدا ہوا ہو، جیسے عورت کو داڑھی نکل آئی ہو یا کوئی زائد عضو نکل آیا ہو تو اس میں تبدیلی اللہ کی خلقت میں تبدیلی نہیں ہے)۔

(ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا: اے ام المومنین، میرے چہرے پر کچھ بال اگ آئے ہیں، کیا میں اپنے شوہر کے لیے زینت اختیار کرنے کے مقصد سے انہیں اکھیڑ سکتی ہوں؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "اس تکلیف دہ چیز کو

اپنے جسم سے الگ کردوانی ہی (عبدالرزاق، المصنف تحقیق وتخریج: حبیب الرحمن الاعظمی، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۹۸۳، ۳/۱۴۶)۔

جائز تغیرات میں سے عورتوں کا زیور پہننے کے لیے کان میں سوراخ کروانا بھی ہے، ظاہر ہے یہ بھی تغیر خلق اللہ میں سے ہے لیکن اس کا جواز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہی ثابت ہے۔

شامی میں ہے: ''**لا بأس بکی البھائم للعلامة وثقب أذن الطفل من البنات، لأنھم کانوا یفعلونه فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من غیر انکار**'' (شامی ۵/۲۷۵، ہندیہ ۵/۳۵۷)۔

(علامت کے لیے جانوروں کے داغنے نیز لڑکیوں کے کان میں سوراخ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی نکیر کے بغیر ایسا کرتے تھے)۔

(ج) ممنوع تغیرات:

الف—جسم میں ایسا تغیر ناجائز ہے جس کا واحد مقصد فیشن اور حسن افزائی وحسن نمائی ہو، کیونکہ واشمات پر لعنت والی حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''للحسن'' کی قید لگائی ہے، چنانچہ الامام یحی بن شرف النووی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**فیه إشارة إلی أن الحرام ھو المفعول لطلب الحسن أما لو احتاجت إلیه لعلاج أو عیب فی السن ونحوه فلا بأس به**'' (شرح مسلم نووی ۱۴/۱۰۷)۔

(اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حرام وہ فعل ہے جو خوبصورتی حاصل کرنے کے لیے کیا گیا ہو، اگر علاج یا دانت کے عیب وغیرہ کی وجہ سے اس کی ضرورت پڑ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں)۔

علامہ عینی (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

قوله :"للحسن" اللام فيه للتعليل احترازاً عما لو كان للمعالجة ومثلها

(عمدۃ القاری ۱۵/ ۱۱۴، باب الوصل فی الشعر)۔

(للحسن میں لام علت کا ہے، (یعنی مذمت اس صورت میں ہے جب اسے حسن میں اضافہ کے لیے کیا جائے)۔ اس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے جس میں وہ کام علاج معالجہ یا اس جیسی کسی اور ضرورت سے انجام دیا جائے)۔

خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہی تشریح مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

"لعنت الواصلة والمستوصلة والنامصة والمتنمصة والواشمة والمستوشمة في غير داء" (سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، حدیث نمبر: ۴۱۷۰)۔

(بالوں میں بال جوڑنے والی، بھوؤں کے بال اکھیڑنے والی اور اکھڑوانے والی، جسم پر گودنے والی اور گودوانے والی پر لعنت کی گئی ہے، اس صورت میں جب یہ کام بغیر کسی مرض کے انجام دیئے جائیں)۔

(ب) تغییر کی ایسی صورت جس کا مقصد لوگوں کو دھوکہ دینا اور سچائی کو چھپانا ہو، جائز نہیں ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انسان کے لیے دوسرے انسان کے بال کو جوڑنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اسے دیکھنے والا دھوکہ کھاتا ہے اور اسے بال کی کثرت کا گمان ہوتا ہے، اسی طرح دانتوں کو باریک کرنے اور ان کے درمیان ہلکا فاصلہ پیدا کرنے سے دانت کی اصل وضع کے بارے میں لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ خضاب استعمال کرنے سے منع فرمایا (دیکھئے: نسائی، باب النہی عن الخضاب بالسواد، حدیث نمبر: ۵۰۷۹)، کیونکہ اس سے انسان اپنے آپ کو کم عمر ظاہر کرتا ہے۔

علامہ خطابی بال جوڑنے سے متعلق حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فأما القرامل فقد رخص فيها أهل العلم وذلك أن الغرور لا يقع بها، لأن من نظر

إليها لم يشك في أن ذلك مستعار"(معالم السنن: ۴/ ۱۹۴، کتاب الترجل، باب صلة الشعر)۔

(بہر حال قرامل تو اہل علم نے اس کی اجازت دی ہے اور وہ اس لیے کہ اس کے بغیر چوٹی ٹھہر نہیں پاتی، کیونکہ جو بھی اسے دیکھے اسے شک نہیں ہوتا کہ یہ الگ سے لگائی ہوئی چیز ہے)("قرامل نی نی قرمل کی جمع ہے، جو نرم اور دراز شاخوں والے پودے کو کہتے ہیں، یہاں اس سے مراد ریشم یا اون وغیرہ کے دھاگے ہیں، یہی نقطۂ نظر امام احمد اور لیث بن سعد کا ہے، نیز ابو عبیدہ نے بھی بہت سے فقہاء سے یہی نقطۂ نظر نقل کیا ہے (دیکھئے: فتح الباری: ۱۰/ ۴۳۵، باب الوصل بالشعر، عمدۃ القاری: ۱۵/ ۱۱۵، عون المعبود: ۱۱/ ۱۴۹)۔

اسی طرح علامہ ابن قدامہ کا بیان ہے:

والظاهر أن المحرم إنما هو وصل الشعر بالشعر لما فيه من التدليس (المغنی ۱/ ۱۳۰)۔(اور ظاہر یہ ہے کہ بال سے بال کا جوڑنا حرام ہے، کیونکہ اس میں دھوکہ ہوتا ہے)۔

شامی میں ہے:

"**ووصل الشعر بشعر الأدمي حرام سواء كان شعرها أو شعر غيرها لما فيه من التزوير**"(شامی ۵/ ۲۶۲)۔

(اور بالوں میں انسان کا بال جوڑنا حرام ہے خواہ وہ خود اس کا بال ہو یا اس کے علاوہ کا، اس لیے کہ اس میں دھوکہ دہی ہے)۔

(ج) ایسی تزئین ناجائز ہے جس سے دوسری جنس یا فساق وفجار سے تشبہ لازم آئے مثلاً مرد عورت، یا عورت مرد نظر آنے لگے، چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أنه لعن المتشبهات من النساء بالرجال، والمتشبهين من الرجال بالنساء"(ابوداؤد مع بذل المجہود ۱۶/ ۴۲۶، باب فی لباس النساء، دار البارز)۔

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہوتی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں)۔

اسی طرح سر کے بعض حصے کو منڈانے اور بعض کو چھوڑ دینے کا فیشن زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا۔ جس کو ''قزع'' نی کہا جاتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا۔

عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن القزع قال :قلت لنافع :وما القزع؟قال :يحلق بعض رأس الصبي ويترك بعض (مسلم، باب کراہۃ القزع، حدیث نمبر۵٦٨١)۔

((ابن عمر فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قزع سے منع کرتے ہوئے سنا، نافع سے پوچھا گیا، قزع کیا چیز ہے؟ انھوں نے کہا: قزع یہ ہے کہ بچے کے سر کے بعض حصے کو مونڈا جائے اور بعض کو چھوڑ دیا جائے))۔

ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

''وفي التاتارخانية عن المضمرات :ولا بأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يشبه المخنث'' (شامی ۵/۲٦۴)۔

(تاتارخانیہ میں مضمرات کے حوالے سے ہے: بھووں اور چہرے کا بال صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ مخنث کے ساتھ مشابہت نہ لازم آئے)۔

ابن البزار کردری رقم طراز ہیں:

''ولا بأس بثقب أذن البنات وحلق رأسها لوجع، لايكره، وإن تشبها بالرجل تحرم'' (بزازیہ علی ہامش الہندیۃ:٦/۳٧١)۔

(لڑکیوں کے ناک چھیدنے میں مضائقہ نہیں ہے اور تکلیف کی وجہ سے اس کا سر منڈانا مکروہ نہیں ہے، ہاں! اگر مردوں سے مشابہت کی وجہ سے ہو تو سر منڈانا حرام ہے)۔

۴-شریعت کا ایک عام قاعدہ حرج کو دور کرنے اور انسانی ضرورت کی رعایت کرنے کا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :**''ماجعل عليكم في الدين من حرج''** (سورۂ حج:٧٨)۔

یہی مزاج پوری شریعت اسلامی میں کار فرما ہے کہ واقعی حرج کو دور کیا جائے، چنانچہ قرآن وحدیث کے احکام اور شریعت اسلامی کے مذاق ومزاج کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء نے قاعدہ مقرر کیا ہے : ''الضرورات تبیح المحظورات''یعنی ضرورت کی وجہ سے ناجائز چیزیں بھی بہ قدر ضرورت جواز کے دائرہ میں آجاتی ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں:

''الضرورات تبيح المحظورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة، وإساغة اللقمة بالخمر والتلفظ بكلمة الكفر عند الإكراه'' (الأشباہ والنظائر، القاعدة الخامسة ۱/۱۰۷)۔

(ضروریات شرعیہ ممنوعہ چیزوں کو مباح کردیتی ہیں، اسی سبب سے اضطرار کے وقت مردار کھانا، لقمہ کو شراب سے اتارنا اور اکراہ کے سبب کلمۂ کفر زبان سے نکالنا جائز ہوا ہے)۔

علامہ حموی تعلیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وكذا التداوى قال التمرتاشى فى شرح الجامع الصغير نقلا عن التهذيب :يجوز للعليل أكل الميتة وشرب الدم والبول إذا أخبره طبيب مسلم إن شفائه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه'' (ایضاً حاشیہ)۔

(اسی طرح علاج ومعالجہ کے لیے بھی جائز ہے، علامہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح میں التہذیب سے نقل کرکے لکھا ہے: اس صورت میں بیمار کے لیے مردار کھانا، نیز خون اور پیشاب پینا جائز ہے جب کہ کسی مسلمان طبیب نے اسے بتایا ہو کہ اس کی شفایابی اسی میں ہے اور کوئی ایسی مباح چیز نہ پائے جو اس کی جگہ لے سکے)۔

ضرورت وحاجت کی تعریف اور مراتب کا ذکر کرتے ہوئے علامہ حموی فرماتے ہیں:

”ھھنا خمسة مراتب ۱ - ضرورة، ۲ - وحاجة، ۳- ومنفعة، ۴-وزينة، ۵- وفضول“۔

فالضرورة : بلوغه حدا إن لم يتناول الممنوع هلک أو قارب وهذا يبيح تناول الحرام۔

والحاجة : کالجائع لو لم يجد ما يأكله لم يهلک غير أنه يكون فى جهد ومشقة، وهذا لايبيح الحرام ويبيح الصوم فى الفطر۔

والمنفعة : کالذى يشتهى خبز البر ولحم الغنم والطعام الدسم۔

والزينة : كالمشتهى بحلوى والسكر۔

والفضول : التوسع بأكل الحرام والشبهة“ (حاشیۃ اشباہ، القاعدۃ الخامسۃ، الضرر یزال ۱/۱۰۷)۔

(یہاں پانچ مراتب ہیں : (۱) ضرورت (۲) حاجت (۳) منفعت (۴) زینت (۵) فضول۔

توضرورت انسان کے اس حد تک پہنچ جانے کو کہتے ہیں کہ اگر وہ ممنوع کو نہیں کھائے گا تو ہلاک ہوجائے گا یا ہلاکت کے قریب پہنچ جائے گا، یہ مرتبہ حرام کے استعمال کو مباح کر دیتا ہے، اور حاجت: جیسے وہ بھوکا جس کو کھانے کو نہ ملے تو ہلاک نہیں ہوگا البتہ وہ جہد ومشقت میں پڑ جائیگا، یہ مرتبہ حرام کو مباح نہیں کرتا لیکن روزہ توڑنے کو مباح کر دیتا ہے، اور منفعت کی مثال وہ شخص ہے جس کو گیہوں کی روٹی، بکری کا گوشت اور مرغن غذا کی خواہش ہو، اور زینت کی مثال مٹھائی اور شکر کی خواہش رکھنے والا ہے اور فضول حرام اور مشتبہ اشیاء کے کھانے میں توسع اختیار کرنا ہے۔

بعض اوقات حاجت، ضرورت کے مرتبہ میں ہوجاتی ہے، چنانچہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

"الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصة، ولهذا جوزت الإجارة على خلاف القياس للحاجة ومن ذلک جواز السلم، ومنها جواز الاستصناع للحاجة" (الاشباہ لابن نجیم ۱/ ۱۱۴)۔

(حاجت خواہ عام ہو یا خاص ضرورت کے مرتبہ میں ہوجاتی ہے۔ اسی لیے حاجت کی وجہ سے خلاف قیاس اجارہ کی اجازت ہے، اسی قبیل سے سلم کا جواز ہے، اور اسی قبیل سے حاجت کے سبب آرڈر دیکر سامان بنانے کا جواز ہے)۔

۵-جسم میں مستقل تصرف خواہ بطور علاج کے ہو یا اس کا مقصد تحسین وآرائش ہو، بنیادی طور پر پلاسٹک سرجری کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے، پلاسٹک سرجری میں انسانی جسم کے ایک حصہ سے چمڑا یا گوشت حاصل کرکے اسی کو جسم کے دوسرے حصے میں لگادیا جاتا ہے، کیونکہ انسانی جسم خود اپنے حصہ کو نسبتاً زیادہ آسانی سے قبول کرتا ہے۔ غرضیکہ پلاسٹک سرجری کا عمل دو باتوں کو شامل ہے، ایک آپریشن، دوسرے جسم کے ایک حصہ کا دوسرے حصے کے لیے استعمال۔

جہاں تک آپریشن کی بات ہے تو اگر اس سے جان جانے یا فائدہ سے زیادہ نقصان پہنچنے کا خطرہ نہ ہو تو اس کے جائز ودرست ہونے پر فقہاء متفق ہیں، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"لا بأس بقطع اليد من الآكلة وشق البطن... إذا أراد الرجل أن يقطع إصبعا زائدة أو شيئاً أخر، قال نصير: إن كان الغالب على من قطع مثل ذلک الهلاک، فإنه لا يفعل، وإن كان الغالب هو النجاة، فهو في سعة من ذلک... ولا بأس بشق المثانة إذا كانت فيها حصاة، وفي الكيسانيات في الجراحات المخوفة والفروج العظيمة والحصاة الواقعة في المثانة ونحوها، إن قيل: قد ينجو وقد يموت، أو ينجو ولايموت، يعالج وإن قيل: لاينجو أصلا لايداوى، بل يترک كذا في الظهيرية"

(ہندیہ کتاب الکراہیۃ ۵/ ۳۶۰)۔

(عضو کو کھا جانے والی بیماری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور پیٹ چیرنے میں... جب آدمی چاہے کہ کوئی زائد انگلی یا کسی اور شۓ کو کاٹ دے تو فقیہ نصیر کا بیان ہے کہ اگر ایسا کرنے میں غالب گمان ہلاکت کا ہو تب تو نہ کرے اور غالب امید بچ جانے کی ہو تو اس کی گنجائش ہے... مثانہ میں پتھری ہو تو اس کا آپریشن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور ''کیسانیات نی نی میں ہے کہ بڑے اور تشویشناک زخم اور مثانہ میں پیدا ہونے والی کنکری میں یہ حکم ہے کہ اگر اندازہ ہو کہ مرض سے نجات مل سکتی ہے اور موت بھی واقع ہو سکتی ہے، یا نجات مل سکتی ہے اور اس سے موت کا اندیشہ نہیں، تب تو علاج کیا جائے گا اور اگر کہا جائے کہ صحت یاب ہونے کا کوئی امکان نہیں تو علاج نہیں کیا جائے گا، بلکہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے)۔

نیز صحیح مسلم کی روایت ہے: حضرت جابر بن عبداللہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس ایک طبیب بھیجا، طبیب نے ان کی ایک رگ کو کاٹا پھر اس حصہ کو داغ دیا نی نی (صحیح مسلم ۲۱/۴)۔

اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طبیب کے عمل پر نکیر نہیں فرمائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علاج کے لیے جسم کے کسی حصہ کا کاٹنا درست ہے۔

اور جہاں تک اپنے ہی عضو کو استعمال کرنے کی بات ہے تو یہ بھی جائز ہے، اس لیے کہ جسم انسانی کے کسی حصہ کے استعمال کے جواز وعدم جواز کا مدار دو چیزیں ہیں، (۱) کرامت انسانی، (۲) اس سے علاحدہ کیے ہوئے حصہ کی طہارت وعدم طہارت۔ جہاں تک کرامت انسانی کا تعلق ہے تو یقیناً ایک انسان کا حصہ لیکر دوسرے انسان کے جسم میں لگانا اور استعمال کرنا کرامت انسانی کے خلاف ہے جس کی اجازت نہیں، جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:

''والآدمی بجمیع اجزائه محترم مکرم ولیس من الکرامة والاحترام

ابتذاله بالبیع والشراء" (بدائع ۴/۳۳۸)۔

(انسان اپنے تمام اجزاء کے ساتھ معزز اور قابل احترام ہے، اور خرید وفروخت میں اس کے کسی جز کا استعمال انسانی کرامت وشرافت کے خلاف ہے)۔

لیکن خود اپنے جسم کے اندر استعمال کرنا یہ کرامت انسانی کے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحب بدائع فرماتے ہیں: "**ولا إهانة فی استعمال جزء منه**" (بدائع ۵/۱۳۲)۔

(اور خود اس کے جسم میں اس کے کسی حصہ کے استعمال میں کوئی اہانت نہیں ہے)۔

اور رہی بات اس سے علاحدہ کیے ہوئے حصہ کے پاک یا ناپاک ہونے کی تو عام شرعی ضابطہ کے اعتبار سے زندہ کے جسم سے علاحدہ کیا ہوا حصہ ناپاک ہے، لیکن الاشباہ اور سراج میں ذکر کردہ ضابطہ سے بالکل واضح ہے کہ عدم طہارت کا حکم صرف دوسرے انسان کے لیے ہے، نہ کہ خود اپنے جسم کے لیے: چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"**وفی الاشباه :المنفصل من الحی کمیته إلا فی حق صاحبه فطاهر وإن کثر**" (درمختار ۱/۳۲۱)۔

(اشباہ میں ہے: زندہ سے علاحدہ کیا ہوا حصہ مردار کے حکم میں ہے، مگر خود اس شخص کے حق میں وہ پاک ہے اگرچہ وہ زائد مقدار میں ہو)۔

"**وفی السراج قال :الأذن المقطوعة والسن المقطوعة طاهرتان فی حق صاحبها وإن کانتا أکثر من الدراهم**" (حاشیۃ الشامی ۱/۳۶۱)۔

(اور سراج میں کہا ہے: کان جو کٹ گیا اور دانت جو ٹوٹ گیا، دونوں متاثر شخص کے حق میں پاک ہیں اگرچہ دراہم سے زیادہ ہوں)۔

لہٰذا اس ضابطہ سے معلوم ہو گیا کہ ایک انسان سے علاحدہ کیا ہوا جزء اسی انسان کے جسم میں بلا کراہت لگایا جا سکتا ہے۔

خود حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ جو ماقبل میں گزر چکا ہے، جس میں ہے کہ ان کی

آنکھ کی ڈلی گر پڑی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی اصل جگہ پر رکھ کر دعا فرمائی جس سے ان کی آنکھ ٹھیک ہوگئی تھی، یہ اپنے ہی عضو کے استعمال کے جواز کی صریح دلیل ہے۔

نیز علامہ شامیؒ نے شرح مقدسی کے حوالے سے وضاحت کی ہے کہ عام طور سے جب جسم کے کسی حصہ کو دوبارہ جسم سے جوڑ دیا جاتا ہے اور اس کی پیوند کاری کردی جاتی ہے تو اس حصہ میں حیات عود کر آتی ہے اور وہ ایسا ہوجاتا ہے جیسا کہ وہ جدا ہی نہ کیا گیا ہو، لہٰذا وہ اس صورت میں جس طرح جسم سے علاحدہ کرنے سے پہلے پاک تھا ویسے ہی بعد میں بھی پاک رہتا ہے (دیکھئے: شامی ۱/۳۲۱)۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ پلاسٹک سرجری اپنی اصل کے اعتبار سے ایک جائز عمل ہے، اب انحصار سرجری کرانے کے مقصد پر ہے، اگر مقصد علاج ہو تو جائز ہے اور مقصد خلق اللہ میں تغییر ہو تو جائز نہیں ہے۔

اس پوری اصولی گفتگو کا خلاصہ یہ نکلا کہ:

۱- شریعت میں علاج نہ صرف جائز ہے، بلکہ ضرورت کے اعتبار سے کبھی مستحب اور کبھی واجب بھی ہوجاتا ہے۔

۲- اگر انسانی جان بچانے یا غیر معمولی اذیت دور کرنے کے لیے سرجری کرائی جائے تو اس کی حیثیت جائز علاج ومعالجہ کی ہوگی اور شرعاً اس کی اجازت ہوگی۔

۳- اگر کسی ایسے عیب کو دور کرانے کے لیے سرجری کرائی جائے جس سے اگرچہ جسمانی اذیت نہیں ہے، لیکن اس سے معنوی اور روحانی اذیت ہوتی ہے تو شرعاً اس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

۴- تدلیس وتزویر یا تشبہ بالجنس الآخر کے مقصد سے سرجری کرانا جائز نہ ہوگا۔

۵- اس طرح کی دائمی سرجری صرف حسن افزائی کے مقصد سے جائز نہیں ہوگی، البتہ سرمہ لگانا، عورتوں کا شوہروں کے لیے زیب وزینت اختیار کرنا، نیز اسی طرح کی عارضی چیزوں

سے وقتی تبدیلیاں کرنا اس بحث سے خارج چیزیں ہیں۔

"فأما مالا يكون باقيا كالكحل و التزين به للنساء فقد أجاز العلماء مالك وغيره" (الجامع لأحکام القرآن ۵/ ۳۹۳، نیل الأوطار ۶/ ۲۱۷)۔

(بہر حال جو چیز عارضی ہو جیسے سرمہ اور عورتوں کا ایسی چیزوں سے زیب و زینت اختیار کرنا، تو امام مالک وغیرہ علماء نے اس کی اجازت دی ہے)۔

پلاسٹک سرجری کے متعلق اکیڈمی کا فیصلہ:

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے اٹھارہویں سمینار منعقدہ مدورائی، تاملناڈو (۲ تا ۴/ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — مطابق ۲۸/ فروری تا ۲/ مارچ ۲۰۰۹ء) کے لئے جن عنوانات کا انتخاب کیا تھا، ان میں ایک پلاسٹک سرجری بھی تھا۔ اس موضوع پر آٹھ نکات پر مشتمل سوال نامہ جاری کیا گیا اور تقریباً ستر (۷۰) اہل علم نے ان کے جوابات لکھے، ان میں بعض نکات پر مقالہ نگاروں کے درمیان اختلاف رائے بھی تھا، لیکن طویل باہمی تبادلۂ خیال کے بعد اتفاق رائے پیدا ہو گیا۔ اور اکیڈمی نے پانچ دفعات پر مشتمل متفقہ فیصلہ شائع کیا۔

موضوع سے متعلق ضروری اصول و احکام ذکر کرنے کے بعد ہم آئندہ صفحات میں اکیڈمی کے فیصلے پر روشنی ڈالیں گے، فیصلے کو متن کے حوض میں ذکر کیا جائے گا۔ پھر تشریح کا عنوان لگا کر اس کے تحت قرآن و حدیث اور کتب فقہ و فتاوی کے حوالے سے وضاحت کی جائے گی۔

۱— جسمانی عیب دور کرنے کے لیے پلاسٹک سرجری جائز ہے، اور عیب سے مراد جسم میں پائی جانے والی ایسی صورت ہے جو معروف و معتاد اور عمومی تخلیقی کیفیت سے مختلف ہو، چاہے پیدائشی عیب ہو یا بعد میں پیدا ہو جائے۔

تشریح:

بسا اوقات انسان میں پیدائشی طور پر کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی بدہیئتی نمایاں ہوتی ہے اور وہ عیب عام قانون فطرت کے خلاف ہوتا ہے، مثلاً ہونٹ یا تالو کٹا ہوا ہو، ہاتھ یا پیر میں زائد انگلی ہو، منہ میں زائد دانت ہو، یا کوئی دانت زیادہ لمبا ہو، ظاہر ہے کہ ان عیوب کے ساتھ دوسروں کا سامنا کرنے سے انسان کو روحانی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور نا سمجھوں اور بے عقلوں کے استہزاء کا نشانہ بننا پڑتا ہے، اس لیے شریعت اسلامیہ میں اس طرح کے عیوب دور کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ اس تغییر خلق اللہ میں داخل نہیں ہے جس کی ممانعت قرآن مجید میں ہے۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فإن الظاهر أن المراد بتغيير خلق الله أن ما خلق الله سبحانه وتعالىٰ حيوانا على صورته المعتادة لايغير فيه، لا أن ما خلق على خلاف العادة مثلاً كاللحية للنساء أو العضو الزائد فليس تغييره تغيير الخلق الله" (بذل المجہود ۵/۴۲-۴۳)۔

(بہ ظاہر جانور کی تخلیق میں تغیر سے مراد یہ ہے کہ اس کی معتاد صورت میں تبدیلی نہ کی جائے، اگر کوئی خلاف عادت صورت پر پیدا ہوا ہو، جیسے عورت کو داڑھی نکل آئی ہو یا کوئی زائد عضو نکل آیا ہو تو اس میں تبدیلی اللہ کی خلقت میں تبدیلی نہیں ہے)۔

عرفجہ بن اسعدؓ ایک صحابی ہیں، وہ اپنا واقعہ ذکر کرتے ہیں:

"أصيب انفي يوم الكلاب في الجاهلية، فاتخذت أنفا من ورق فأنتن علي، فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن اتخذ انفا من ذهب" (سنن ابی داؤد، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی ربط الأسنان بالذہب، ۴۲۳۲، مزید ملاحظہ کیجئے ترمذی: ۱۷۷۰، نسائی: ۵۱۶۱-۵۱۶۲)۔

(جاہلی دور میں جنگ کلاب میں میری ناک ضائع ہوگئی، چنانچہ میں نے چاندی کی لگالی اس سے بدبو پیدا ہوگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے کی ناک لگانے کا حکم دیا)۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی اور امام ترمذی محمد بن عیسیٰ بن سورہ نے بالترتیب ''ربط الأسنان بالذهب'' اور ''شد الأسنان بالذهب'' (دانتوں کو سونے سے باندھنے کا باب) کا عنوان قائم کیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک یہ حکم ناک ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ اسی مقصد کے تحت کہیں اور بھی اس طرح کی سرجری کی جاسکتی ہے۔

اسی لیے صاحب بذل المجہود نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے:

''وكذا حكم الاسنان، فإنه يثبت لهذا الحكم فيها بالمقايسة، سواء ربطها بخيط الذهب أو صبغها بالذهب'' (بذل المجہود ۱۲/ ۲۶۰ حدیث ۴۲۳۲)۔

(ایسے ہی دانتوں کا حکم ہے، چنانچہ قیاس کے ذریعہ جواز کا یہ حکم دانتوں میں بھی ثابت ہوگا، خواہ وہ ان کو سونے کے تار سے باندھے یا ان کو سونے سے ڈھال لے)۔

بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جسمانی عیب کو دور کرنے کے لیے اگر کوئی حلال شۓ کافی نہ ہو تو حرام چیز کا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لیے سونے کو حرام قرار دیا ہے اور سوائے انگوٹھی کے ان کے لیے چاندی بھی حلال نہیں، لیکن ناک کو درست کرنے کے لیے آپ نے چاندی اور سونے کی مصنوعی ناک کی اجازت مرحمت فرمائی۔

فتاوی ہندیہ میں بھی صراحت ہے کہ پیدائشی عیب کی اصلاح کی جاسکتی ہے جبکہ اس کی وجہ سے جان کا خطرہ نہ ہو۔

''إذا أراد الرجل أن يقطع إصبعا زائدا أو شيئاً أخر، قال نصير رحمه الله تعالىٰ: إن كان الغالب على من قطع مثل ذلك الهلاك فإنه لا يفعل، وإن كان الغالب هو النجاة فهو في سعة من ذلك'' (الفتاوی الہندیہ ۵/ ۳۶۰)۔

(اگر کوئی شخص اپنی زائد انگلی یا کوئی دوسری چیز کٹوانا چاہے تو نصیرؒ فرماتے ہیں کہ

اگر اس سے ہلاکت کا اندیشہ ہوتو نہ کرے اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ اس سے ہلاک نہیں ہوگا تو اسے اس کی گنجائش ہے)۔

یہ بھی ممکن ہے کہ پیدائشی طور پر کوئی عیب نہیں تھا لیکن بعد میں کسی حادثہ کے سبب کوئی عیب پیدا ہو گیا، مثلاً کسی ایکسیڈنٹ میں آدمی کی ناک ٹوٹ گئی، یا کان کٹ گیا، یا گھر میں آگ لگ گئی جس سے اس کی جلد جھلس گئی، یا ڈاکوؤں نے پستول سے گولی ماری جس سے بدن کے کسی حصے کا گوشت اڑ گیا، یا اس طرح کی کوئی دوسری صورت ہو، اس میں آدمی کے بدن میں عیب پہلے نہیں ہوتا، بلکہ حادثاتی طور پر بعد میں ظاہر ہوتا ہے تو اس کو بھی آپریشن وغیرہ کے ذریعہ دور کرنا جائز ہوگا۔

حضرت عرفجہؓ کی حدیث گزر چکی ہے جو خصوصیت کے ساتھ بعد کے حادثے کی وجہ سے پیدا ہونے والے عیب کے ازالہ سے متعلق ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر دشمنوں کی جانب سے حضرت سعد بن معاذؓ کو ایک تیر آ کر لگا جس سے ان کے بازو کی ایک رگ زخمی ہوگئی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی میں خیمہ لگوایا اور ان کے علاج معالجہ میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی (صحیح بخاری، کتاب المغازی، ۴۱۲۲)۔

غزوۂ بدر میں حضرت رافع بن مالک کو ایک تیر آ کر لگا جس سے ان کی آنکھ زخمی ہوگئی، وہ بیان کرتے ہیں: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور میرے لیے دعا کی، اس کی برکت سے مجھے اس آنکھ میں ذرا بھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر: ۲/۷۴۴)۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزر چکا ہے، ان کی بھی آنکھ غزوۂ احد میں حادثاتی طور پر ہی ضائع ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزانہ طور پر اسے درست فرما دیا تھا۔

نیز ضرورت وحاجت وغیرہ کا تعلق پیدائشی عیوب سے بھی ہے اور حادثاتی عیوب سے بھی، اس لیے شاید یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اگر پیدائشی عیوب کا ازالہ جائز ہے تو بعد میں پیدا ہوجانے والے عیوب کا ازالہ بہ درجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔

۲۔ جسمانی تکلیف کے ازالہ کے لیے۔ اگر ڈاکٹر کا مشورہ ہو۔ پلاسٹک سرجری جائز ہے۔

تشریح:

پلاسٹک سرجری عصر حاضر کا ایک جدید طریقۂ علاج ہے اور علاج کی ترغیب کے سلسلہ میں احادیث نقل کی جا چکی ہیں۔ اس لیے اگر ڈاکٹر کسی خاص بیماری کے علاج کے لیے پلاسٹک سرجری کا مشورہ دیتے ہیں، تو اس کی گنجائش ہے (اوپر گزر چکا ہے کہ ایسے جسمانی عیب کا ازالہ جس سے انسان کو جسمانی یا روحانی اذیت ہوتی ہو حاجت کے تحت آتا ہے اور حاجت ضرورت کے مرتبہ میں ہوتی ہے۔ اور ضرورت کے پیش نظر بہت سی ایسی چیزیں بھی جائز قرار دی جاتی ہیں جو عام حالات میں ممنوع تھیں۔ لہٰذا جن عیوب کا ازالہ حاجت کی تعریف پر پورا اترتا ہو ان کے لیے پلاسٹک سرجری کی اجازت ہوگی۔

جسمانی اذیت کا مطلب یہ ہے کہ اس سے تکلیف ہوتی ہو یا اعضاء کے فطری عمل میں اس سے کسی طرح کی رکاوٹ، پیدا ہوتی ہو، مثلاً کان اس طرح چپکا ہوا ہے کہ سننے میں دشواری ہورہی ہے، یا ناک اس طرح دبی ہوئی ہے کہ سانس لینے میں دقت ہے اور اس کا ازالہ صرف سرجری سے ہوسکتا ہے تو اس کی گنجائش ہوگی)۔

پلاسٹک سرجری کا عمل دو باتوں کو شامل ہے، ایک آپریشن، دوسرے جسم کے ایک حصہ کا دوسرے حصے کے لیے استعمال۔

جہاں تک آپریشن کی بات ہے تو اگر اس سے جان جانے یا فائدہ سے زیادہ نقصان

پہنچنے کا خطرہ نہ ہوتو اس کے جائز ودرست ہونے پر فقہاء متفق ہیں، اسی طرح اپنے جسم کے ایک حصے کا اگر دوسرے حصے کے لیے استعمال کیا جائے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔ جیسا کہ شرعی اصول واحکام کے ذیل میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔ پلاسٹک سرجری اپنی اصل کے اعتبار سے ایک جائز عمل ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی جسمانی تکلیف میں مبتلا ہے جس کو آپریشن سے ٹھیک کیا جاسکتا ہے تو اگر آپریشن کی کامیابی کا غالب گمان ہے، توزیادہ تر آپریشن کامیاب رہتے ہوں تو اس کی گنجائش ہوگی۔

فیصلہ کے شق نمبر ا کی تشریح میں جو دلائل ذکر کیے گئے ہیں وہ اس دوسری شق کو بھی ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں، اس لیے کہ بیشتر صورتوں میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ صرف جسمانی عیب یا خلقی بدہیئتی کو دور کرنا ہی مقصود نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ جسمانی تکلیف کا ازالہ بھی مقصود ہے۔

ہندیہ میں ہے :

جراح اشترى جارية رتقاء فله شق الرتق وإن ألمت كذا في القنية، ولا باس بشق المثانة إذا كانت فيها حصاة، وفي الكيسانيات في الجراحات المخوفة والقروح العظيمة والحصاة الواقعة في المثانة ونحوها، إن قيل :قد ينجو وقد يموت، أو ينجو ولايموت، يعالج، وإن قيل :لاينجو أصلا لايداوى، بل يترك كذا في الظهيرية" (ہندیہ: ۵/ ۳۶۰، کتاب الکراہیۃ)۔

(جراح نے ایسی باندی خریدی جس کی شرمگاہ ملی ہوئی تھی (یعنی اس سے مباشرت نہیں کی جاسکتی تھی) تو اسے رتق یعنی اس کیفیت کو ختم کرنے کے لیے آپریشن کرنے کا اختیار ہے، اگرچہ اس کی وجہ سے اس کو تکلیف ہو، "قنیہ" میں ایسا ہی لکھا ہے، نیز مثانہ میں پتھری ہو تو اس کا آپریشن کرنے میں مضائقہ نہیں اور "کیسانیات" میں ہے کہ بڑے اور تشویشناک زخم اور مثانہ میں پیدا ہونے والی کنکری میں یہ حکم ہے کہ اگر اندازہ ہو کہ مرض سے نجات مل سکتی ہے اور موت بھی

واقع ہوسکتی ہے، یا نجات مل سکتی ہے اوراس سے موت کا اندیشہ نہیں، تب تو علاج کیا جائے گا اور اگر کہا جائے کہ صحت یاب ہونے کا کوئی امکان نہیں تو علاج نہیں کیا جائے گا، بلکہ یوں ہی چھوڑ دیا جائیگا)۔(بعض صورتیں ایسی ہیں، جو جسمانی تکلیف کے ازالہ کے لیے بھی کی جاتی ہیں اور تحسین وتزئین کے طور پر بھی جیسے پیٹ اور کولہے سے چربی کی تہیں آپریشن کے ذریعہ نکالنا، اس سے انسان خوبصورت بھی نظر آتا ہے اور بعض دفعہ علاج کے طور پر بھی ایسا کرنے پر مجبور ہوتا ہے، کیونکہ حداعتدال سے زیادہ موٹاپا بھی انسان کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، اس لیے ان صورتوں کا حکم آپریشن کرانے والوں کی نیت کے اعتبار سے ہوگا، اگر اس نے علاج کی نیت سے کیا ہے تو یہ جائز ہوگا اور اگر اس کے پیچھے جذبہ حسن نمائی کار فرما ہو تو جائز نہیں ہوگا، إنما الأعمال بالنیات)۔

۳۔ درازی عمر کی وجہ سے طبعی طور پر انسان کی ظاہری حقیقت میں جو تغیر آتا ہے، جیسے جھریوں کا پیدا ہوجانا وغیرہ ان کو ختم کرنے کے لیے پلاسٹک سرجری جائز نہیں :

تشریح:

انسان اپنی زندگی کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے، وہ ایک مختصر اور نحیف جسم لیکر پیدا ہوتا ہے، پرورش و پرداخت کے نتیجے میں اس کے اعضاء کا حجم بڑھتا ہے۔ ان میں طاقت اور چستی پیدا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جوانی میں وہ ہر پہلو سے مکمل ہوجاتے ہیں، پھر ان کا انحطاط شروع ہوتا ہے، آہستہ آہستہ ان کی طاقت کم ہوتی جاتی ہے، اور چستی کی جگہ ڈھیلا پن بڑھنے لگتا ہے، یہاں تک کہ بڑھاپے میں وہ کمزوری اور بے بسی کی اس حالت کو پہنچ جاتا ہے جس سے اپنے بچپن میں دوچار تھا، یہ قانون فطرت ہے جس سے ہر انسان کا سابقہ پڑتا ہے، قرآن کریم میں ان مراحل حیات کا تذکرہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

”هُوَ الَّذِی خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يَتَوفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُسَمًّى

وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ" (المومن:٦٧)۔

(وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے، پھر تمہیں بڑھاتا ہے، تاکہ تم اپنی پوری طاقت کو پہنچ جاؤ، پھر اور بڑھاتا ہے تاکہ تم بڑھاپے کو پہنچو، اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے، یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ تم اپنے مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ، اور اس لیے کہ تم حقیقت کو سمجھو)۔

عمر بڑھنے کے ساتھ انسانی اعضاء کی ہیئتوں میں ہونے والی تبدیلیاں فطری ہیں، ان تبدیلیوں کو روکنے یا ان اعضاء کی ہیئتوں کو من چاہی ہیئتوں میں بدلوانے کی کوشش کرنا فطرت سے بغاوت کے مترادف ہے۔ یہ اللہ کی خلقت میں تبدیلی ہے جسے شیطانی تحریک کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے، اس بنا پر بڑھاپے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ڈھیلے پن یا ہاتھوں اور چہرہ پر ظاہر ہونے والی جھریوں کو دور کرنے کے لیے پلاسٹک سرجری کروانا اسلامی شریعت کی رو سے جائز نہ ہوگا۔

واشمات پر لعنت والی حدیث ضروری تشریح کے ساتھ گزر چکی ہے جس سے صاف واضح ہے کہ جھریوں وغیرہ کا دور کرنا زیبائش وآرائش کے لیے دائمی تغیرات "فليغيرن خلق الله" کے تحت آتے ہیں۔

عن جابر قال: "أتى بابى قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالثغامة بياضا: فقال النبى صلى الله عليه وسلم: غيروا هذا بشىٔ واجتنبوا السواد" (نسائی: باب النہی عن الخضاب بالسواد، حدیث: ۵۰۷۹)۔

(حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابوقحافہ کو لایا گیا اور ان کے سر اور داڑھی کے بال بالکل ثغامہ کے پھول کی طرح سفید تھے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں کسی چیز سے تبدیلی کردو اور کالے رنگ سے بچو)۔

"**عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال :یکون قوم فی أخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ**" (ابوداؤد، باب ماجاء فی خضاب السواد، حدیث نمبر: ۴۲۱۲)۔

(حضرت ابن عباس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم آئے گی جو کبوتر کے سینے کی طرح سیاہ خضاب لگائے گی وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گی)۔

سیاہ خضاب سے ممانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے قاضی عیاض شرح مسلم میں عبد الوہاب کے حوالے سے فرماتے ہیں: **یکرہ السواد، لأن فیہ تدلیسًا علی النساء** (شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض ۶/ ۶۲۴)، (سیاہ خضاب اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں عورتوں (کو دکھانے) کے لئے تدلیس اور حقیقت کو چھپانا ہے)۔

ظاہر ہے کہ عمر ڈھلنے کے سبب فطری طور پر پیدا ہوجانے والی جھریوں وغیرہ کو دور کرنے میں بھی محض تدلیس اور دھوکہ دہی ہے، اور اس تبدیلی اور تغییر سے کوئی معتد بہ نفع متعلق نہیں، اس لیے کئی وجوہ سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ اس طرح کے آپریشن کا شمار ممنوعہ تغیرات میں ہوگا، جس میں تغییر خلق اللہ کے ساتھ تزویر وتدلیس بھی ہے، امام نوویؒ شرح مسلم میں "**المتفلجات للحسن**" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"**وتفعل ذلک العجوز ومن قاربتھا فی السن إظھاراً للصغر وحسن الأسنان، لأن ھذہ الفرجۃ اللطیفۃ بین الأسنان تکون للبنات الصغار**" (شرح نووی لصحیح مسلم ۱۴/ ۱۰۶)۔

(یہ کام، بوڑھی اور بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھنے والی عورتیں دانتوں کی خوبصورتی اور کم عمر نظر آنے کے لیے کرتی ہیں، اس لیے کہ یہ باریک خلا چھوٹی بچیوں کے دانتوں میں ہوتا ہے۔ جب عورت بوڑھی ہوجاتی ہے اور اس کا دانت بڑا اور بے ڈھب ہوجاتا ہے تو اسے ریتی

سے رگڑ دیتی ہے تا کہ وہ خوبصورت ہو جائے اور اپنے کو کم عمر ظاہر کرے)۔

اسی طرح اگر چہرے پر پیدائشی طور پر کوئی ایسا عیب ہے مثلاً ناک بہت کھڑی نہیں ہے، جسے عرف میں نقص نہیں تصور کیا جاتا تو اس کا آپریشن کروانا درست نہیں ہوگا، اس وجہ سے کہ اس میں نہ جسمانی اذیت ہے اور نہ نفسیاتی بلکہ حصول حسن و جمال کی محض ایک مذموم کوشش ہے۔

۴۔ ناک اور دوسرے اعضاء خلقی طور پر کم خوبصورت اور غیر متناسب ہوں، مگر انسان کی عمومی معتاد خلقت کے دائرہ سے باہر نہ ہوں تو محض زینت اور محض خوبصورتی کے لیے پلاسٹک سرجری جائز نہیں۔

تشریح:

انسان کا جسم اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اللہ پاک نے اعضاء انسانی سے مختلف منفعتیں وابستہ کر رکھی ہیں اور انہیں مخصوص کاموں میں لگا دیا ہے، قرآن کریم میں مختلف اعضاء مثلاً آنکھ، کان، زبان، ہونٹ، ہاتھ، پیر، دل، دماغ وغیرہ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی حیثیت سے کیا گیا ہے (ملاحظہ کیجئے آیات: الانعام: ۴۶، الاعراف: ۱۷۹، ۱۹۵، النور: ۲۴، الحج: ۴۶، تین: ۵، ۳۵، ۳۶، ق: ۳۷، البلد: ۸–۹ وغیرہ) اور انسانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور صرف اسی کی عبادت کریں جس نے انہیں ان بیش بہا نعمتوں سے نوازا ہے، اگر وہ اس کی ناشکری کریں گے اور شرک میں مبتلا ہوں گے تو روز قیامت ان سے باز پرس کی جائے گی "إن السمع والبصر والفؤاد كل اولئک كان عنه مسؤولا" (بنی اسرائیل: ۳۶)۔

(یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہوگی)۔

اس سے صاف واضح ہے کہ انسان اپنے اعضاء جسم کا مالک نہیں ہے کہ ان میں جس طرح چاہے تصرف کرے، بلکہ اسے صرف انہیں ان کے مفوضہ کاموں میں استعمال کرنے کا

اختیار دیا گیا ہے، اس کے برخلاف جولوگ اپنے اعضاء جسم کی ہیئتوں میں من چاہی تبدیلیاں لانے کے لیے پلاسٹک سرجری کراتے یا کرانا چاہتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود کو اپنے جسم وجان کا مالک ومختار سمجھتے ہیں اور اپنا یہ حق سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنی جن پسندیدہ ہیئتوں میں ڈھالنا چاہیں ڈھال لیں، یہ تصور اسلامی تصور کے مغایر ہے، اس لیے شریعت اسلامیہ اس کو جائز نہیں قرار دیتی ہے۔

انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ خوبصورت دکھائی دے اور اس کا ظاہر دوسرے انسانوں کی نگاہ میں بھلا معلوم ہو، اس لیے وہ مختلف تدابیر اختیار کرتا ہے۔ شریعت نے نہ صرف اس کا اعتبار کیا ہے بلکہ اس کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ لیکن خوبصورتی اختیار کرنے کی تدابیر کو شریعت نے حدود کا پابند بنادیا ہے۔ اس کے نزدیک حسن وجمال میں اضافہ کے لیے خارجی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں، لیکن جسم کے اعضاء یا ان کی ہیئتوں میں کوئی تبدیلی کروانا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ناک اور دوسرے اعضاء انسان کی عمومی معتاد خلقت کے دائرہ سے باہر نہ ہوں۔ یعنی عام طور سے جیسے انسانوں کے اعضاء ہوتے ہیں ویسے ہی ہوں البتہ کسی قدر کم خوبصورت ہوں تو محض زینت اور خوبصورتی اختیار کرنے کے لیے پلاسٹک سرجری جائز نہیں ہے۔ احادیث میں ایسی کئی چیزوں سے صراحت کے ساتھ روکا گیا ہے جو صدر اسلام میں عربوں کے درمیان حسن وجمال میں اضافے کے لیے رائج اور معروف تھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

”لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات“ (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس)۔

(اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے ان عورتوں پر جو (جسموں پر) گودتی ہیں اور گودواتی ہیں اور بھوؤں کے بال اکھیڑتی ہیں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرتی ہیں، یہ عورتیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی ہیں)۔

محدثین نے صراحت کی ہے کہ یہ کام عرب میں عورتیں حسن میں اضافہ کرنے کے لیے انجام دیتی تھیں، ایسا کر کے بڑی عمر کی عورتیں جوان عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرتی تھیں اس سلسلہ میں امام نووی کی تصریح گزر چکی ہے۔ بغویؒ کی تصریح ملاحظہ ہو:

محی السنۃ بغویؒ (م ۵۱۶ھ) فرماتے ہیں : "المتفلجات سے مراد وہ عورتیں ہیں جو بڑی عمر کی ہونے کے بعد اپنے دانتوں کو رگڑ کر دھاردار اور پتلا کرتی تھیں، تا کہ نوجوان عورتوں کے مشابہ ہو جائیں (شرح السنہ حسین بن مسعود بغوی، تحقیق: شعیب الارناؤط، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۳ء)۔

کم عمر اور خوبصورت نظر آنے کے لیے کرائی جانے والی پلاسٹک سرجری اس لیے بھی جائز نہیں ہے کہ اس میں تدلیس وتزویر اور سراسر دھوکہ ہے جو کہ شرعاً حرام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

"**من غشنا فليس منا**" (صحیح مسلم ۱/ ۵۷)۔ (جس نے ہم کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے)۔

مولانا تقی عثمانی کالے خضاب کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں :

"**والثاني :أن يفعله الرجل للغش والخداع وليرى نفسه شابا وليس بشاب فهذا ممنوع بالاتفاق لاتفاق العلماء على تحريم الغش والخداع**" (تکملۃ فتح الملہم ۴/ ۱۴۹)۔ (دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص فریب اور دھوکہ دہی کے مقصد سے ایسا کرے اور اس لیے تا کہ وہ جوان نظر آئے حالا کہ وہ جوان نہیں ہے تو یہ بالاتفاق ممنوع ہے، کیونکہ فریب اور دھوکہ دہی کی حرمت پر علماء کا اتفاق ہے)۔

خلاصہ یہ کہ محض خوبصورت نظر آنے کے لئے پلاسٹک سرجری جائز نہیں ہے۔ اس میں شرعاً کئی قباحتیں ہیں۔

۵— اپنی شناخت چھپانے کے لیے پلاسٹک سرجری جائز نہیں، سوائے اس کے کہ مظلوم

کو ظالم سے بچنے کے لیے ایسا کرنا پڑے۔

تشریح :

اگر کوئی مجرم اپنی شناخت چھپانے کے لیے سرجری کرا رہا ہے تو اس میں بلا کسی جائز وجہ کے تغییر خلق اللہ، تدلیس، تزویر جیسی اس عمل کی ممانعت کی تمام علتیں پائی جا رہی ہیں، ساتھ ہی ممانعت کی ایک مزید علت یعنی قانونی تقاضوں کے پورا کرنے سے فرار بھی پایا جا رہا ہے، اس لیے کہ اس کے اس عمل کا مقصد اور نیت یہی ہے کہ وہ اس طرح حکام کی نگاہوں کے سامنے رہ کر بھی ان سے چھپا رہے، ظاہر ہے کہ یہ تدلیس اور دھوکہ دہی ہے، پھر اپنے کو دوسری شکل میں دوسرے فرد کی طرح پیش کر رہا ہے، یہ تزویر اور جعلسازی ہے، اسلامی شریعت کی مجموعی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جھوٹ، مکر و فریب اور دھوکہ دہی کو ناپسندیدہ کاموں میں شمار کیا گیا ہے اور ان سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اسلام کا عمومی مزاج یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کوئی بھی فرد اسی طرح دکھائی دے جس طرح وہ حقیقت میں ہے، بہروپیا بننا اور سوانگ بھرنا اس کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری ایک سوکن ہے کیا میرے اوپر گناہ ہوگا اگر میں اس کے سامنے یہ اظہار کروں کہ میرے شوہر نے مجھے فلاں فلاں چیزیں دی ہیں حالانکہ حقیقت میں اس نے وہ چیزیں نہ دی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”**المتشبع بما لم يعط كلابس ثوبي زور**“ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، حدیث: ۵۲۱۹، صحیح مسلم، کتاب اللباس الزینۃ، ۲۱۳۰)۔ (جسے کوئی چیز حاصل نہ ہو اور وہ اس کے حاصل ہونے کا اظہار کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو جھوٹ و فریب کے کپڑے پہنے ہوئے ہو)۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ شناخت چھپانے کے لیے پلاسٹک سرجری کی اجازت

نہیں دی جاسکتی ہے۔

اوپر یہ بھی بتایا گیا کہ عام حالات میں تغییر ممنوع ہے، اس کا جواز کسی ضرورت یا حاجت ہی سے ہوسکتا ہے اور شناخت چھپانا شرعی ضرورت یا حاجت کے بغیر ہے، لہذا یہ عمل بلا شبہ مفسرین کی تفسیر کے مطابق تغییر خلق اللہ کے مفہوم میں شامل ہے، لہذا اس عمل کے جواز کی بہ ظاہر کوئی گنجائش نہیں ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر عبدالرحمن بن حسن النفیسہ لکھتے ہیں:

"ومن هذه الصور عمليات التجميل الكبرى والصغرى التي يقصد منها تغيير معالم الوجه لإخفاء معالم جريمة ارتكبها صاحبها مثلاً فهذه الأفعال وأمثالها تعد تغييراً لخلق الله ويعد فاعلها مرتكبا لإثم كبير لكونه اتخذ الشيطن وليا من دون الله فخسر خسرانا مبينا" (مجلة البحوث الفقهية المعاصرة، العدد الثالث والأربعون: ۱۴۲۰ھ ص: ۲۲۳)۔

(انہیں ممنوعہ شکلوں میں وہ مکمل یا جزئی پلاسٹک سرجری بھی ہے جس کا مقصد چہرے کی علامات کا تبدیل کردینا ہوتا ہے تاکہ مثلاً ایسے جرائم کے نشانات مٹائے جاسکیں جن کا ارتکاب اس نے کیا تھا، تو یہ اور اس جیسے افعال کو تغییر خلق اللہ میں شمار کیا جائے گا اور کرنے والے کو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا سمجھا جائے گا، اس لیے کہ اس نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو مددگار بنالیا ہے، نتیجہ میں اسے عظیم الشان خسارہ ہوا ہے)۔

لیکن اگر مظلوم اس مقصد سے سرجری کراتا ہے کہ وہ اپنی شناخت چھپا سکے اور ظالم کے ظلم سے بچ سکے تو اگر ظلم کا خطرہ حقیقی ہے صرف وہمی نہیں ہے اور خطرہ جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہونے کا ہے، نیز اس عمل کا کوئی جائز متبادل بھی موجود نہیں ہے تو یہ حالت اضطرار ہے، اس میں سرجری ضرورت کے تحت آئے گی اور جائز ہوگی۔

یہاں بھی اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ آدمی حق پر ثابت قدم رہے اور اس راہ میں جو کچھ آلام ومصائب آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔ اس

پر وہ بارگاہ الٰہی میں اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔شریعت نے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ اگر تکالیف اس کے لیے ناقابل برداشت ہوں تو وہ خلاف حقیقت بات زبان پر لاسکتا ہے (ال عمران: ۲۸، النحل: ۱۰۶)۔شریعت اس کی بھی اجازت دیتی ہے کہ ظلم وتعدی سے بچنے کے لیے وہ راہ فرار اختیار کرسکتا اور کہیں چھپ سکتا ہے۔صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ابوبصیرؓ اور مکہ میں رہنے والے دیگر متعدد مسلمانوں نے اہل مکہ کی گرفت سے بچنے کے لیے ایک مقام پر پناہ لے لی تھی (ابن ہشام: السیرۃ النبویۃ، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، ۱۹۳۷، ۳/ ۳۷۲–۳۷۳)۔لیکن شناخت چھپانے میں متعدد اسباب نہی جمع ہیں۔

اس لیے خطرہ صرف وہمی ہو، یا صرف معمولی مالی یا جسمانی نقصان کا ہو، جان یا عضو کے تلف ہوجانے کا خطرہ نہ ہوتو یہ ضرورت وحاجت کے تحت نہیں آئے گا اور اس کی اجازت نہیں ہوگی، اس لیے کہ اس صورت میں یہ بلا سبب تغییر خلق اللہ نیز تدلیس کے تحت آنے والی چیز ہے:

فإن أكره على أكل ميتة أو دم أو لحم خنزير أو شرب خمر بإكراه غير ملجئ بحبس أو ضرب أو قيد لم يحل، إذ لا ضرورة في إكراه غير ملجئ (الدر المختار ۵/ ۹۲، کتاب الإکراہ)۔

(اگر قید کرکے، ضرب لگا کے یا بیڑی پہنا کے غیر ملجی اکراہ کے ذریعہ مردار، خون یا خنزیر کا گوشت کھانے پر یا شراب پینے پر مجبور کیا جائے تو ایسا کرنا حلال نہیں ہوگا، اس لیے کہ "غیر ملجی نی نی اکراہ میں ضرورت متحقق نہیں ہوتی)۔

حاصل یہ ہے کہ مجرم کے لیے شناخت چھپانے کے مقصد سے سرجری کرانا ناجائز ہوگا، مظلوم کو حقیقی اضطرار ہوتو کراسکتا ہے، تاہم مظلوم کو ظالم کے ظلم سے بچنے کے لیے کوئی اور متبادل راہ اختیار کرنا چاہئے۔

تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ پلاسٹک سرجری کی وہ تمام صورتیں جائز ہیں جو

علاج معالجہ کی قبیل سے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر صورتیں (مثلاً کم عمر دکھائی دینے، حسن وجمال میں اضافہ کرنے یا شناخت چھپانے کے مقصد سے پلاسٹک سرجری کرانا) جائز نہیں ہے۔

فقط واللہ اعلم، وعلمہ أتم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی اٰلہ وصحبہ أجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆